مناظرِ قیامت

سید قطب شہید/ محمد نصر اللہ خازن

قرآن کی زبان میں مشاہدِ قیامت سے مراد زندگی بعد موت، محاسبۂ اعمال، جنت اور دوزخ ہے۔ قرآن نے اس دنیا کے بعد جس عالمِ آخرت کا لوگوں سے وعدہ کیا ہے اس کے محض ذکر پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اسے ایک محسوس زندہ و متحرک اور اُبھرتی ہوئی نمایاں شکل میں پیش کر کے اس کی مکمل و مجسم تصویر لوگوں کے سامنے رکھ دی ہے۔ مسلمانوں نے اس عالمِ آخرت میں اپنی زندگیاں پورے احساسات و جذبات کے ساتھ گزار دی ہیں۔ ان کی آنکھوں نے اس کے مناظر کو دیکھا ہے اور ان کے دل و دماغ نے ان سے گہرا تاثر قبول کیا ہے۔ ان کے مشاہدے سے ان کی قلبی کیفیات لحظہ بہ لحظہ بدلتی رہی ہیں۔ کبھی ان کے دلوں پر گھبراہٹ اور کبھی ان کے جسموں پر کپکپی طاری ہوئی ہے۔ ایک گھڑی ان کے دلوں میں خوف و ہراس اور سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی ہے، تو دوسرے لمحے وہ لذت آشنائے سکون و اطمینان ہوئے ہیں۔ کبھی دوزخ کی آگ کی لپٹوں سے ان کے جسم جھلس جھلس گئے ہیں اور کبھی نسیمِ بہشت کی تھپ تھپاہٹ سے انھیں راحت و آسودگی حاصل ہوئی ہے۔ اس طرح گویا انھوں نے اس مقررہ دن کی آمد سے قبل ہی اپنے شب و روز اس حیاتِ جاوداں کی روح فرسا سختی اور لذت افزا راحت سے پوری طرح آشنا رہ کر گزارے ہیں۔

یہ عالمِ آخرت بڑا وسیع و عریض ہے۔ اس کی وسعت و کشادگی ایسی ہی ہے جیسی عقیدۂ اسلامی میں وضاحت و صراحت، یعنی موت، موت کے بعد دوبارہ زندگی، پھر جنت و دوزخ۔ وہ لوگ جو ایمان لائیں گے اور عملی زندگی میں نیکی کی روش اختیار کریں گے، ان کے لیے جنت ہوگی جس میں انھیں لازوال ابدی نعمت نصیب ہوگی۔ دوسری طرف وہ لوگ جو کفر و انکار کی راہ چلیں گے اور

دربارِ الٰہی میں اپنی حاضری کو جھٹلائیں گے، ان کے لیے دوزخ کی آگ ہوگی جو اَبدی عذاب کی ایک شکل ہے۔ نہ وہاں کوئی سفارش کام آئے گی، نہ فدیہ دے کر عذاب سے چھٹکارا ہوگا، نہ باریک تول والی میزانِ عدل میں بال برابر بھی کوئی فرق ہوگا۔ اعمال کا تول پورا پورا ہوگا۔ ہر ایک کو اپنے کیے کی پوری جزا ملے گی۔ جو شخص اس دنیا میں ذرّہ بھر نیکی کرے گا وہاں اس کا بدلہ پالے گا، اور جو شخص اس دنیا میں ذرّہ بھر برائی کرے گا وہاں اس کی سزا پالے گا۔ وہ دن ایک ایسا دن ہوگا کہ نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی جگہ بدلہ پائے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی جگہ جزا۔

قرآن کی بیان کردہ یہ کھلی اور واشگاف حقیقت مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی چھاپ ایک ایسے عالم پر لگی ہوئی ہے جو انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر حاوی، ٹھوس اور جان دار مناظر پر مشتمل ہے۔ یہ مختلف اوضاع اور مختلف پہلوؤں کے حامل معاشروں میں صاف دکھائی دیتا ہے۔ قرآن کا اندازِ بیان اتنا جامع اور سحر انگیز ہے کہ جب تعذیب خانوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس عجیب وغریب انداز میں کہ کانوں سے سن کر کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے اور قوتِ متخیلہ اس کی تائید کرتی ہے، اور جب راحت بخش قیام گاہوں اور ٹھنڈے اور گھنے سایوں کا ذکر ہوتا ہے تو قوتِ احساس وادراک پر حالتِ محویت واستغراق طاری ہوجاتی ہے۔ غرضیکہ قرآن میں اس ادبی فراوانی اور فنی کمال کے لیے صفحات پر صفحات وقف ہوتے چلے جاتے ہیں جن کی حیثیت بالکل منفرد قسم کی ہے۔ دنیا کے ادبی سرمایے میں نہ ان کی کوئی نظیر ہے نہ مثال....

روزِ قیامت اور اس کی ہولناکی

ان مشاہد کا ایک اہم مقصد قیامت کے دن کی ہولناکیوں کی منظر کشی ہے۔ وہ ہولناکیاں کہ جن کی وجہ سے کائنات کا ذرہ ذرہ لرزہ براندام ہوگا۔ نوعِ انسانیت پر عالمِ سراسیمگی طاری ہوگا اور مارے خوف کے وہ کانپ رہی ہوگی۔ قریب قریب کوئی ایک منظر بھی ایسا نہیں جس میں سب زندہ نفوس شامل نہ ہوں۔ خوف و دہشت کی وجہ سے کائنات اور فطرت کی کوئی علیحدہ حیثیت نہیں ہوگی سوائے اس کے کہ اس میں کسی نہ کسی نوع کی زندگی کے آثار موجود ہوں۔ کسی منظر میں نمودار ہونے والے وجود کبھی تو جملہ افرادِ فطرت ہوتے ہیں اور کبھی یہ پوری نوعِ انسانی کے گوش بر آواز و نگاہ برانجام، نفوس یا انواع واقسام کی حیوانی مخلوقات ____ اور کبھی میدانِ حشر میں یہ بھی ہوتے ہیں

اور وہ بھی۔ پھر کسی وقت یہ افراد ہستی خاموش فطرت کی شکل میں، کبھی بے زبان حیوان کی صورت میں اور کبھی انسان کی حیثیت میں برابر نمودار ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ○ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ○ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ○ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ○ وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ○ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ○ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ○ وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ○ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ○ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ○ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ○ وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ○ وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ○ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ○ (التکویر ۸۱:۱-۱۴)

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب دس مہینے کی حاملہ اُونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کردیے جائیں گے اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا اور جب جہنم دہکائی جائے گی اور جب جنت قریب لے آئی جائے گی اس وقت ہر شخص کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔

غرضیکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ارض وسما، انس وحیوان، خورد وکلاں، جنت ودوزخ سب پر خوف ودہشت کا عالم طاری ہوگا اور سب کے سب گھبراہٹ اور انتظار میں ہوں گے کہ دیکھیے انجام کیا ہونے والا ہے؟

کبھی صرف مظاہر فطرت کے مناظر ہی نگاہوں کے سامنے نمودار ہوتے ہیں اور ماحول کی ہولناکی پوری فضا میں ہیجان وارتعاش پیدا کردیتی ہے:

اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَةُ ○ لَيۡسَ لِوَقۡعَتِهَا كَاذِبَةٌ ○ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ○ اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ○ وَّبُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ○ فَكَانَتۡ هَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا○ (الواقعہ۵۶: ۱-۶) جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آجائے گا تو کوئی اس کے وقوع کو جھٹلانے والا نہ ہوگا۔ وہ تہ وبالا کردینے والی آفت ہوگی۔ زمین اس وقت یک بارگی ہلا ڈالی جائے گی

اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے کہ پراگندہ غبار بن کر رہ جائیں گے۔

● **انسان کی بے بسی اور وارفتگی:** قیامت کے روز خوف و دہشت کے مارے انسان ایسا حواس باختہ ہوگا کہ اسے کسی کی سُدھ نہ رہے گی، حتیٰ کہ اسے اپنے ماں باپ اور اپنے اہل وعیال تک بھول جائیں گے۔ قرآن نے اس کیفیت کی ایسی عکاسی کی ہے کہ دیکھ کر قلب و روح پر خوف طاری ہو جاتا ہے، جیسے:

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ○ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ○ (عبس ۸۰:۳۴-۳۷) اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آ پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ○ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰی وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ○ (الحج ۲۲:۱-۲) لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو، حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ جس روز تم اسے دیکھو گے حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے، حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔

● **مر مٹنے کی حسرت:** جب زندگی کا پورا کارنامہ کھلی کتاب کی طرح ہر شخص کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اتمامِ حجت کے طور پر انبیا کی شہادت ہو جائے گی تو خدا کے نافرمان، سرکش و باغی یہ حسرت کریں گے کہ کاش! زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دھنس جائیں:

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا ○ یَوْمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰی بِهِمُ الْاَرْضُ ط وَ لَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا ○ (النساء ۴:۴۱-۴۲) پھر سوچو کہ اس وقت یہ کیا کریں گے جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر تمھیں (یعنی محمد صلی اللہ

علیہ وسلم) گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔ اس وقت وہ سب لوگ جنھوں نے رسولؐ کی بات نہ مانی اوراس کی نافرمانی کرتے رہے تمنا کریں گے کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں۔ وہاں یہ اپنی کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

● **مظاہرِ قدرت پر ہولناکی کا عالَم:** کبھی قیامت کے زبردست ہولناک منظر میں انسانی افراد کے ساتھ ساتھ مظاہرِ قدرت بھی برابر کے شریک نظر آتے ہیں:

اَلْقَارِعَةُ ○ مَا الْقَارِعَةُ ○ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ ○ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ○ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ○ (القارعہ ۱۰۱:۱-۵) عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اُون کی طرح ہوں گے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ○ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ○ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ○ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ○ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ○ (المزمل ۷۳:۱۴-۱۸) یہ اس دن ہوگا جب زمین اور پہاڑ لرز اُٹھیں گے اور پہاڑوں کا حال ایسا ہوجائے گا جیسے ریت کے ڈھیر ہیں جو بکھرے جارہے ہیں۔ تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ (پھر دیکھ لو کہ جب) فرعون نے اس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔ اگر تم ماننے سے انکار کرو گے تو اس دن کیسے بچ جاؤ گے جو بچوں کو بوڑھا کردے گا اور جس کی سختی سے آسمان پھٹا جارہا ہوگا؟ اللہ کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہنا ہے۔

روزِ قیامت اور میدانِ حشر

ان مشاہد کا ایک مقصد جنت و دوزخ سے پہلے میدانِ حشر کی منظرکشی بھی ہے۔ یہاں ہم

دیکھیں گے کہ اس وقت انسانوں پر گزرنے والے جاں گسل حالات و کیفیات پیش کرنے کے لیے قرآن میں بہت سے پیرایہ ہاے بیان اختیار کیے گئے ہیں، اور محشر کا پورا سماں کئی پہلوؤں سے نگاہوں کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ کبھی نامۂ اعمال کی پیشی اور حساب کتاب کا منظر اتنا طویل نظر آتا ہے کہ آپ اسے دائمی سمجھنے لگتے ہیں، اور کبھی وہ آنکھ جھپکنے میں اس سُرعت سے گزر جاتا ہے کہ آنکھوں کو سیری تک حاصل نہیں ہوتی۔ کہاں یہ طرزِ انشاء اختیار کیا جائے اور کہاں وہ، اس بات کا تقاضا اور فیصلہ فنی اصولوں کے تحت ہی کیا جاسکتا ہے جو نفسیاتی اور شعوری بنیادوں پر قائم ہیں۔ نیز اس امر کا تعیّن کہ کسی منظر کی طوالت یا اختصار کی حدود کیا ہیں یا یہ کہ کہاں جا کر طوالت کو اختصار میں یا اختصار کو طوالت میں بدلنا ہے، میدانِ حشر کی طبعی فضا اور فطرتی ماحول پر موقوف ہے۔ اس طرح یہ اندازِ بیان بھی ایک دینی مقصد کی تکمیل میں بہت مفید و معاون ثابت ہوتا ہے۔

● **روزِ قیامت ــــ مجرمین کی باہمی تکرار**: جب کسی منظر کو طوالت کے ساتھ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے تو قرآن اسے یوں پیش کرتا ہے:

وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ۝ وَ قَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَ مَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَ لُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (ابراہیم ۱۴:۲۱-۲۲) اور یہ لوگ جب اکٹھے اللہ کے سامنے بے نقاب ہوں گے تو اس وقت ان میں سے جو دنیا میں کمزور تھے وہ ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے کہیں گے: ''دنیا میں ہم تمھارے تابع تھے۔ اب کیا تم اللہ کے عذاب سے ہم کو بچانے کے لیے بھی کچھ کرسکتے ہو؟'' وہ جواب دیں گے: ''اگر اللہ نے ہمیں نجات کی کوئی راہ دکھائی ہوتی تو ہم ضرور تمھیں بھی دکھا دیتے، اب تو یکساں ہے خواہ ہم جزع فزع

کریں یا صبر، بہرحال ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں،'' اور جب فیصلہ چکا دیا جائے گا تو شیطان کہے گا: ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جو وعدے تم سے کیے تھے وہ سب سچّے تھے اور مَیں نے جتنے وعدے کیے ان میں سے کوئی بھی پورا نہ کیا، میرا تم پر کوئی زور نہ تھا۔ نہیں، میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تمھیں دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ یہاں نہ میں تمھاری فریاد رسی کرسکتا ہوں اور نہ تم میری۔ اس سے پہلے جو تم نے مجھے خدائی میں شریک بنا رکھا تھا میں اس سے بری الذمہ ہوں ایسے ظالموں کے لیے تو دردناک سزا یقینی ہے''۔

- **سیاہ بختی پر حسرت و ندامت:** ایک دوسرے مقام پر قیامت کے روز آدمی کی سیاہ بختی پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا o یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا o لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآئَنِی وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا o (الفرقان ۲۵:۲۷-۲۹) اور اس روز ظالم انسان اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا: ''کاش! میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔ ہاے میری کم بختی! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس کے بہکائے میں آکر مَیں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی''۔ شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا۔

- **نافرمانیوں کا اِعتراف:** پھر انسان کی نافرمانیوں پر اس کا اعتراف ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

کُلُّ نَفْسٍم بِمَا کَسَبَتْ رَھِیْنَۃٌ o اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ o فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَ لُوْنَ o عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ o مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ o قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ o وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ o وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ o وَکُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ o حَتّٰٓی اَتٰنَا الْیَقِیْنُ o (المدثر ۷۴: ۳۸-۴۷)

ہر متنفس اپنے کسب کے بدلے رہن ہے، دائیں بازو والوں کے سوا، جو جنتوں میں ہوں گے۔ وہاں وہ مجرموں سے پوچھیں گے: ''تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟'' وہ کہیں گے: ''ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے، اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے، اور روزِ جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اس یقینی چیز سے سابقہ پیش آ گیا''۔

الغرض ان تینوں مناظر میں موقع و محل کی مناسبت سے واقعاتِ قیامت کا علیحدہ علیحدہ نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پہلے منظر میں قیامت کے روز مجرمین کے باہمی جھگڑے اور مکالمے کی تصویر ہے۔ دوسرے میں اپنی سیاہ بختی اور گمراہی پر حسرت و ندامت، اور تیسرے میں اپنی نافرمانیوں کا طویل اعتراف و اقرار۔ یہاں اندازِ بیان میں طوالت ہے کیونکہ ان میں سے ہر منظر اور ہر موقف تاثیر و تاثر میں گہرائی اور گیرائی پیدا کرنے کے لیے مہلت اور طوالت کا تقاضا کرتا ہے۔

● **اعمال کی جزا اور مجرموں کی پہچان:** کبھی قرآن کسی منظر کو اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ آنکھ جھپکنے میں نگاہوں کے سامنے نظر آئے اور گزر جائے:

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○ (الزمر ۳۹:۷۰) اور ہر متنفس کو جو کچھ بھی اس نے عمل کیا تھا اس کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (المومنون ۲۳:۱۰۱) پھر جونہی کہ صور پھونک دیا گیا ان کے درمیان پھر کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ○ (الرحمٰن ۵۵:۴۱) مجرم وہاں اپنے چہروں سے پہچان لیے جائیں گے اور انھیں پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑ پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔

مختلف مقامات میں موقع و محل کے لحاظ سے اختصار کے اسباب بھی مختلف ہیں۔ کبھی اختصار کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ مقام سکوت و سکون، رعب و جلال یا عجز و نیاز کا متقاضی ہوتا ہے۔

اس میں کسی قسم کے ردّ و قبول اور بحث و استدلال کی کوئی گنجایش نہیں ہوتی۔ کہیں بات میں یک بارگی اور اچانک انقطاع و انفصال مقصود ہوتا ہے۔ بس ایک بات کا ذکر ہوتا ہے کہ اچانک اس کے بعد ساری بحث ختم ہو جاتی ہے۔ اور کبھی مراد چونکہ پوری طرح واضح ہوتی ہے اس لیے مزید کسی بحث و تکرار اور کلام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ ان مختلف مقاصد میں سے چند ایک ہیں جو کسی منظر کے اختصار اور دفعتاً نظر آ کر بسرعت گزر جانے کا باعث بنتے ہیں۔

قیامت اور عذاب و ثواب

ان مناظر کا ایک مقصد زندگی بعد موت اور حساب و کتاب کے بعد جنت و دوزخ کی عکاسی ہے۔ یہ مناظر کبھی تو جنت و دوزخ دونوں کو مادی شکل میں پیش کرتے ہیں کہ جنھیں قوتِ حاسہ لمس سے محسوس کرتی ہے، اور کبھی معنوی صورت میں پیش کرتے ہیں جس کا ادراک انسان کا نفسِ ناطقہ ہی کر سکتا ہے، اور کبھی یہ دونوں صورتیں یک جا ہو جاتی ہیں۔

- **دوزخ میں جسموں کا داغا جانا:** چنانچہ ٹھوس مادی شکل میں عذاب کا بیان اس صورت میں ہوتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ (التوبہ ۹:۳۴-۳۵) دردناک سزا کی خوش خبری دو ان کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے اور چاندی پر جہنّم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اُسی سے اُن لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ ”یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا چکھو“۔

یہاں راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے والوں کا حشر چشمِ تصور کے سامنے آ گیا ہے۔ وہ مال و دولت جسے وہ دنیا میں سونے چاندی کی شکل میں جمع کرتے رہے تھے آج اسے دوزخ کی آگ میں سرخ کر کے ان کے اعضا و جوارح کو داغا جا رہا ہے اور استہزا یہ کہا جا رہا ہے: ”لو یہ ہے تمھارا وہ

خزانہ جسے تم دنیوی زندگی میں جمع کرتے رہے تھے، آج ذرا اس کا مزا چکھو‘‘۔

● **دوزخیوں کے سروں پر کھولتا ہوا پانی:** ایک دوسرے مقام پر مجسم عذاب کی یوں عکاسی کی گئی ہے:

هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ فَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِیَابٌ مِّنۡ نَّارٍ یُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِیۡمُ ۝ یُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَالۡجُلُوۡدُ ۝ وَ لَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِیۡدٍ ۝ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا مِنۡ غَمٍّ اُعِیۡدُوۡا فِیۡهَا وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ ۝ (الحج ۲۲:۱۹-۲۲) یہ دو فریق ہیں جن کے درمیان اپنے رب کے معاملے میں جھگڑا ہے۔ ان میں سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ جس سے ان کی کھالیں ہی نہیں پیٹ کے اندر کے حصّے تک گل جائیں گے اور ان کی خبر لینے کے لیے لوہے کے گُرز ہوں گے۔ جب کبھی وہ گھبرا کر جہنّم سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اسی میں دھکیل دیے جائیں گے کہ چکھو اب جلنے کی سزا کا مزا۔

منکرین حق کو دوزخ میں برہنہ جسم یوں ڈال دیا گیا ہے کہ اب آتشِ دوزخ ہی ان کے جسم کے گرد لپٹ کر اُن کا لباس بن گئی ہے۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی اُنڈیلا جا رہا ہے جو ان کے دماغ اور قلب و جگر اور امعاء و جلود کو گلائے جا رہا ہے۔ جب بھی وہ اس ناقابلِ برداشت و روح فرسا تکلیف سے نکل بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں، لوہے کے گُرز مار مار کر انھیں دوبارہ وہیں دھکیل دیا جاتا ہے۔ اور ان کی خبر لینے والے دوزخ کے کارندے انھیں جھڑک کر یوں مخاطب ہوتے ہیں: ’’اونہوں! اپنے جسم و روح کے جلنے کا مزا یہیں چکھو۔ نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہیں‘‘۔ اُف! کتنا دردناک منظر ہے!

● **اہلِ جنت کے لیے عیش و بہار:** اسی طرح ٹھوس مادی نعمتیں مجسم صورت میں اس طرح بیان کی گئی ہیں:

وَاَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ۝ فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ۝ وَطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ۝ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ۝ وَّمَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ كَثِیۡرَةٍ ۝ لَّا

مَقْطُوعَةٍ وَّلَا مَمْنُوعَةٍ ○ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ○ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاءً ○ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ○ عُرُبًا اَتْرَابًا ○ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ○ (الواقعہ ۵۶: ۲۷-۳۸) اور دائیں بازو والے، دائیں بازو والوں کی خوش نصیبی کا کیا کہنا! وہ بے خار بیریوں اور تہہ بر تہہ چڑھے ہوئے کیلوں، اور دُور تک پھیلی ہوئی چھاؤں اور ہر دم رواں پانی، اور کبھی ختم نہ ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے والے بکثرت پھلوں، اور اُونچی نشست گاہوں میں ہوں گے۔ ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انھیں باکرہ بنادیں گے، اپنے شوہروں کی عاشق اور عمر میں ہم سِن۔

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ○ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ○ مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ○ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ○ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ○ (صٓ ۳۸: ۴۹-۵۳) (اب سنو کہ) متقی لوگوں کے لیے یقیناً بہترین ٹھکانا ہے ہمیشہ رہنے والی جنتیں، جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے۔ ان میں وہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ خوب خوب فواکہ اور مشروبات طلب کر رہے ہوں گے، اور ان کے پاس شرمیلی ہم سن بیویاں ہوں گی۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنھیں حساب کے دن عطا کرنے کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

سبحان اللہ! کتنا دل کش اور پُر بہار منظر ہے۔ اس حیاتِ ناپایدار میں انسان اس سے بہتر عیش و آرام اور اس سے زیادہ پُرلطف و پُربہار زندگی کا تصور تک نہیں کرسکتا۔ آنکھیں بند کر کے ذرا چشمِ تصور کو وا کیجیے۔ کیا عجب بہار ہے۔ وسیع باغات ہیں جن میں کبھی ختم نہ ہونے والے پھلوں سے لدے ہوئے درخت ہیں جن کے بیچوں بیچ ہر دم رواں پانی کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ ان چشموں کے کنارے درختوں کے گھنے ٹھنڈے سایے میں نہایت حسین و جمیل ہم عمر نوجوان اور باحیا بیویوں کی معیت میں اُونچی نشست گاہوں پر گاؤ تکیے لگائے اہلِ جنت فروکش ہیں، جی بھر کر قسم قسم کے پھلوں اور شراب طہور سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور بار بار طلب کر رہے ہیں۔ ''بھئی اور لو! ضیافت کی یہی تو وہ چیزیں ہیں جو آج کے دن تمھیں مہیا کرنے کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا'' جواب میں کہا جاتا ہے ___ یہ ہے جنت کی وہ ابدی نعمت، جس سے انسان کے کام و دہن لذت اندوز

ہوں گے اور جسے یہاں محسوس و مجسم شکل میں لوگوں کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔

غور سے دیکھیں تو جنت و دوزخ دونوں نہایت لطیف و عمیق ہیں۔ یہاں تک کہ دونوں نہایت لطیف روحانی سایے سے معلوم ہوتے ہیں۔ جن میں نفوسِ انسانی بالکل منفرد شکلیں اختیار کر جاتے ہیں یا یوں کہیے کہ ان کے چہروں پر کوئی عجیب و غریب قسم کی پرچھائیں پڑی ہے۔ قرآن نے اس کیفیت کی عکاسی ان الفاظ میں کی ہے:

● **اہلِ جنت کی باہم دوستی**: جنت کی تصویر ان الفاظ میں:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ٥ (مریم ۱۹:۹۶) یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عمل صالح کر رہے ہیں، عنقریب رحمٰن ان کے لیے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ٥ (النساء ۴:۶۹) اور جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاؑ اور صدیقین اور شہدا اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔

● **اہلِ دوزخ کی حسرت**: اہلِ دوزخ عذابِ دوزخ دیکھ کر مایوسی اور حسرت کا اظہار کریں گے:

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا ٥ (النباء ۷۸:۴۰) بے شک ہم نے تو تم کو ایک ایسے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب ہی آنے والا ہے۔ جس دن ہر ایک آدمی اپنے ان اعمال کو نامۂ اعمال میں لکھا ہوا دیکھ لے گا جو اس نے دنیا میں اپنے ہاتھ سے کیے تھے اور کافر حسرت سے کہے گا: ''اے کاش! میں مرنے کے بعد ہو گیا ہوتا مٹی!''

وَ لَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰی وَ رَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ٥ (الانعام ۶:۳۰) کاش! وہ منظر

تم دیکھ سکو جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ اس وقت ان کا رب ان سے پوچھے گا: ''کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟'' یہ کہیں گے: ''ہاں! اے ہمارے رب! یہ حقیقت ہی ہے!'' وہ فرمائے گا: ''اچھا! تو اب اپنے انکارِ حقیقت کی پاداش میں عذاب کا مزا چکھو''۔

الغرض ان سب مشاہد میں جنت و دوزخ کا نقشہ انسان کے قلب وضمیر میں ایک طرح کی بے آمیز مسرت واطمینان اور محبت، یا بے میل ندامت ورسوائی اور نفرت کا احساس پیدا کر دیتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مظاہرِ جنت یا مظاہرِ دوزخ میں باہم امتزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح ان کا تاثر دوہرا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جنت یا دوزخ کے ٹھوس مادی وجود سے جسمانی راحت وتکلیف کے ساتھ ساتھ روحانی آسودگی اور تکلیف بھی محسوس ہوتی ہے۔ جنت و دوزخ کے مظاہر میں یہ رنگ غالب ہے۔(انتخاب: مناظرِ قیامت قرآن کی زبان میں، ادارہ تعمیر انسانیت، لاہور، ص ۵۷-۷۷)

اللہ کی راہ میں انفاق کرنے والو!

جب تم کسی کو دیتے ہو، اپنے پاس سے نہیں دیتے
جسے دیتے ہو اسے اس کا حق پہنچاتے ہو
جس نے تم کو دیا ہے اس کے خزانے بے پایاں ہیں
جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں
انھیں دینے کے لیے اس کے پاس کمی نہیں
دس گنا، سو گنا، سات سو گنا......
دیتے ہوئے کبھی خیال نہ کرو کہ
تمھارے پاس کمی ہو جائے گی
یہ دینا بڑھاتا ہے...... کم نہیں کرتا!